© rasailojaraid.com

بچوں پر طلاق کے اثرات اور ان کا تحفظ

ڈاکٹر نازنین سعادت°

اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے: اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی الطَّلَاقُ (ابوداؤد، کتاب الطلاق، باب فی کراھیة الطلاق، حدیث: ۱۸۷۶)۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شیطان مردود سب سے زیادہ اس چیلے سے خوش ہوتا ہے جو میاں بیوی کے درمیان تفرقہ پیدا کر کے آتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلاق کا اثر صرف میاں بیوی پر نہیں پڑتا، بلکہ پورا معاشرہ اس سے متاثر ہوتا ہے۔

بچوں پر طلاق کے فوری اور دیرپا اثرات

طلاق کا سب سے زیادہ نقصان دہ اور دیرپا اثر معصوم بچوں پر پڑتا ہے، جس سے ان کی زندگی میں بہت بڑی محرومی پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کا نظام ہی کچھ ایسا بنایا ہے کہ بچوں کو ماں اور باپ دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچوں کی شخصیت کی تعمیر میں دونوں کا اپنا اپنا کردار اور حصّہ ہوتا ہے۔ ماں کا پیار باپ، یا کوئی بھی اور نہیں دے سکتا اور اسی طرح باپ کا شفیق سایہ ماں نہیں دے سکتی۔ بچوں کو نہ صرف ماں اور باپ دونوں کی ضرورت ہوتی ہے بلکہ ایسے ماں باپ کی ضرورت ہوتی ہے، جو ایک دوسرے سے گہری محبت کرتے ہوں۔ ان کی باہم محبت کا اثر بچوں پر بھی پڑتا ہے۔

اس لیے بچوں کی پرورش کے لیے مثالی اور فطری ماحول یہ ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کو ٹوٹ کر چاہنے والے ماں باپ ان کے ساتھ رہیں اور مل کر ان سے بھی محبت کریں۔ انھیں ماں باپ

° حیدر آباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سے ہر ایک کی محبت بھی درکار ہوتی ہے اور اُس خوب صورت ٹیم یا جوڑے کی مشترکہ محبت بھی درکار ہوتی ہے جو دونوں مل کرتے ہیں۔ اسی فطری ماحول میں بچوں کی شخصیتیں صحت مند خطوط پر پروان چڑھتی ہیں۔ جو ماں باپ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑتے جھگڑتے ہیں یا معمولی مسئلوں پر اپنی اَنا (ego) کو لے کر ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں، معصوم بچوں پر وہ سب سے زیادہ ظلم ڈھاتے ہیں۔ ان کے بچپن کے خوش گوار اور پُرمسرت دور کو زہرآلود کر دیتے ہیں، اور زندگی کے بالکل آغاز ہی میں، ان کی زندگی کا مزا کرکرا کر دیتے ہیں۔

طلاق کا فوری اثر تو یہ ہوتا ہے کہ بچوں کے اندر ماں یا باپ کو کھونے کا شدید احساس پیدا ہوتا ہے۔ وہ اپنی تعلیم پر توجہ نہیں دے پاتے۔ بہت سے بچوں کا تعلیمی گراف اس کے بعد تیزی سے گرنا شروع ہو جاتا ہے اور بسا اوقات پھر بحال نہیں ہو پاتا۔ بہت سے بچے ماں باپ کے درمیان دُوری کے لیے خود کو ذمہ دار سمجھنے لگتے ہیں۔ یہ احساسِ جرم ان کے اندر منفی رجحانات پیدا کرتا ہے۔ وہ رات میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھتے ہیں۔ بہت سے بچوں کا مزاج بدل جاتا ہے۔ وہ تنہائی پسند ہو جاتے ہیں۔ سماج سے خود کا تعلق توڑ لیتے ہیں۔ کچھ بچے شدید غم کا شکار ہو جاتے ہیں۔ زندگی کا مزا لینا چھوڑ دیتے ہیں۔ نااُمیدی، مایوسی، اور منفی سوچ کے شکار ہو جاتے ہیں۔ ان کا دنیا کو دیکھنے کا زاویہ ہی منفی ہو جاتا ہے۔

ان فوری اثرات کا نوٹس نہیں لیا گیا تو یہ اثرات معصوم بچے کے مزاج اور نفسیات پر دیرپا اثرات مرتب کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے بچوں کا غصے پر قابو نہیں رہتا۔ ساری دنیا سے وہ نفرت کرنے لگتے ہیں۔ معمولی باتوں پر تشدد پر اتر آتے ہیں۔ انتہائی صورتوں میں ایسے بچے معاشرے کے متشدد عناصر کے ہاتھوں میں چلے جاتے ہیں۔ کچھ بچوں کے لاشعور پر ماں باپ کے تنازعات اور جدائی کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ انسانی تعلقات میں محبت اور اعتماد کی قدروں پر بھی بھروسا کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ نہ وہ کسی سے محبت کر پاتے ہیں اور نہ کسی کی محبت کی قدر یا اس پر اعتماد کر پاتے ہیں۔ ایسے بچے خود بھی مستقبل میں خوش گوار ازدواجی زندگی کے لائق نہیں رہتے۔

امریکا کے ایک سروے کے مطابق طلاق یافتہ والدین کی بیٹیوں میں طلاق کی شرح دیگر عورتوں کے مقابلے میں ۶۰ فی صد زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے بچے ڈرگس یا نشہ وغیرہ کے زیادہ آسانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض بچوں میں مستقل نفسیاتی امراض، جیسے ڈپریشن یا بی پی ڈی (Bipolar Disorder) وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ مستقل ڈپریشن ان کے اندر بلڈ پریشر، ذیابیطس وغیرہ جیسے دائمی جسمانی امراض کا بھی باعث بن سکتا ہے۔ ان بچوں کی تعلیم پر دیرپا اثرات تو بہت عام ہیں۔ وہ تعلیم پر دھیان نہیں دے پاتے۔ زندگی کی امنگ اور کچھ کر گزرنے کا حوصلہ نہ ہونے کہ وجہ سے وہ تعلیم اور کیریئر میں بھی پیچھے ہٹنا شروع کر دیتے ہیں اور اس کا اثر ان کے مستقبل پر پڑتا ہے۔

اس طرح طلاق دینے یا لینے سے پہلے شوہر اور بیوی کو ان سب اثرات کا اندازہ کرنا چاہیے۔ ثالثی کرنے والوں اور کونسلر کی ذمہ داری ہے کہ وہ شوہر اور بیوی کو ان سب باتوں سے آگاہ کرے اور ان کو احساس دلائے کہ وہ کتنا بڑا فیصلہ کرنے جا رہے ہیں اور اس کے کتنے دیرپا اثرات ان کے بچوں پر پڑ سکتے ہیں۔ طلاق کا اثر پورے معاشرے پر پڑتا ہے۔ اس لیے معاشرے کو بھی اس کی فکر کرنی چاہیے اور یہ پورے سماج کی ذمہ داری ہے کہ وہ شوہر اور بیوی کے اختلافات کو ختم کر کے دوبارہ خوش گوار زندگی شروع کرنے میں ان کی مدد کرے۔ طلاق کو تو، آخری صورت میں اختیار کرنا چاہیے جب ساری کوششیں ناکام ہو جائیں۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اوپر جو نقصانات بتائے گئے ہیں، وہ صرف طلاق یافتہ ماں باپ کے بچوں کو درپیش نہیں ہوتے بلکہ ان ماں باپ کے بچوں کو بھی ان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جن کے درمیان ہمیشہ سخت تناؤ، گالی گلوچ اور مار پیٹ کی صورت رہتی ہے۔ ماں باپ کے درمیان تکلیف دہ تعلقات (abusive relationship) بچوں کے حق میں طلاق سے زیادہ نقصان دہ ہوتے ہیں۔ طلاق کے بعد، ان کے اثرات سے بچانے کے لیے کچھ نہ کچھ تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں لیکن اگر بچوں کی ساری عمر ماں باپ کے درمیان شدید نوعیت کی ناچاقی اور جھگڑوں کو دیکھتے ہوئے گزر جائے تو اس کا مداوا بہ مشکل ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے طلاق کا آپشن رکھا ہے کہ اگر تعلقات کی بہتری کا کوئی امکان نہیں ہے تو اپنی اور اپنے بچوں کی زندگیوں کو دوزخ بنانے سے بہتر ہے کہ دونوں الگ ہو جائیں۔

بہر حال وجہ جو بھی ہو، اگر طلاق ہو ہی جائے، تو اب ماں باپ کی اور ان کے خاندانوں کی بلکہ پورے معاشرے کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ خود کو بھی اور اپنے بچوں کو بھی اس کے مضر اثرات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے بچانے کی فکر کریں۔ مغربی ملکوں میں اس کے لیے تربیت یافتہ کونسلروں اور ماہرین کی مدد لی جاتی ہے۔ اس کا انتظام ہمارے ملک اور ہمارے معاشرے میں بھی ہونا چاہیے۔ وہ موجود نہ ہو تو خاندان کے بزرگوں اور سماج کے ذمہ دار لوگوں کا یہ فرض ہے کہ وہ پورے شعور اور ذمہ داری کے ساتھ ان کی مدد کریں اور انھیں صحیح مشورے دیں۔

اسلام ایک مکمل ضابطۂ زندگی ہے۔ ہر معاملے کی طرح اس معاملے میں بھی اسلامی شریعت نے بہت واضح احکام دیے ہیں۔ یہ احکام ہمارے خالق و مالک نے ہمارے مزاج اور نفسیات کو ملحوظ رکھ کر ہمارے ہی فائدے کے لیے دیے ہیں۔ جو لوگ کونسلنگ کا یا طلاق لینے والے جوڑے کو مشورہ دینے کا کام کریں، انھیں اس ضمن میں اسلامی احکام سے بھی واقف ہونا چاہیے اور جدید نفسیات کے اصولوں اور تکنیکوں سے بھی۔

مختلف عمر کے بچوں پر طلاق کے اثرات

ہر عمر کے بچوں کے شعور اور جذبات کی سطح مختلف ہوتی ہے اور ہر عمر کی نفسیات بھی مختلف ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ معاملہ کرتے ہوئے ان کی عمر کا لحاظ کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر گھر میں الگ الگ عمر کے کئی بچے ہوں تو ان سب سے ان کی عمر کے لحاظ سے الگ الگ رویہ اختیار کرنا ہوگا۔ اور ماں یا باپ کا رویہ ایسا ہونا چاہیے جو ان سب بچوں کی ضرورت کے مطابق ہو:

- پانچ سال سے کم عمر کے بچے طلاق جیسے پیچیدہ معاملے کو سمجھ ہی نہیں پاتے۔ البتہ، ماں باپ لڑتے جھگڑتے ہوں یا طلاق کے بعد ماں یا باپ بہت افسردہ اور ہر دم روتے یا چیخ پکار کرتے رہیں تو بچے کا لاشعور اس کا اثر قبول کرتا ہے۔ ایسے بچوں کے والدین کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ ممکنہ حد تک بچے کو مطمئن اور نارمل نظر آئیں۔ اس عمر کے بچے کا انحصار بہت زیادہ اپنے والدین پر ہوتا ہے۔ خصوصاً ماں پر تو وہ اپنی زندگی کی ہر ضرورت کے لیے منحصر ہوتا ہے۔ اگر ماں دُور ہو جائے تو اس کا اثر اس کے لاشعور پر بہت گہرا ہو سکتا ہے۔

باپ کی جدائی کا بھی اثر ہو سکتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ باپ نے اسے چھوڑ دیا۔ اس کا حل یہی ہے کہ اس کے معمولات کو کم سے کم ڈسٹرب کیا جائے، اور طلاق کے بعد بھی باپ اس سے برابر ملتا رہے۔ اس کو باپ کے گلے لگنے، اس کو پیار کرنے وغیرہ کے مواقع معمول کے مطابق ملتے رہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر ان بچوں کے مزاج میں اچانک تبدیلی واقع ہو جائے، ان کی شخصی تعمیر و ترقی کا عمل رُک جائے یا پیچھے ہو جائے (مثلاً وہ پھر سے انگوٹھا چوسنا شروع کر دیں یا خود سے باتھ روم جانا بند کر دیں)، رات میں بار بار اُٹھنے لگیں یا اچانک چڑچڑے ہو جائیں، تو یہ گہرے نفسیاتی اثر کی علامات ہو سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں کسی ماہر نفسیات کی مدد لینی چاہیے۔

- چھے سے آٹھ سال کے بچے، سوچنا اور اپنے جذبات کا اظہار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے بچوں کو آسان طریقے سے لیکن صاف صاف بتایئے کہ کیا ہو رہا ہے؟ ماں یا باپ ایک دوسرے پر الزام تراشی کے بغیر صرف اس بات کی وضاحت کر دیں کہ اب وہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو رہے ہیں لیکن بچے سے الگ نہیں ہو رہے۔ اس کو ان کی محبت پہلے کی طرح ملتی رہے گی۔ اس کے بعد زیادہ سے زیادہ اس سے سنیں اور اس کے جذبات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

- نو سال سے ۱۱ سال کے بچے چیزوں کو سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ سمجھ جاتے ہیں کہ ماں باپ کے درمیان شدید تناؤ ہے۔ ماں یا باپ میں سے کسی ایک کو وہ قصوروار ٹھیرانا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کا لاشعور فیصلہ کرنے کے لیے معلومات آپ کے رویوں ہی سے حاصل کرتا ہے۔ اس لیے اگر ماں باپ، ان کی خود اعتمادی اور عزتِ نفس کو مجروح ہونے سے بچانا چاہتے ہیں تو انھیں ایک دوسرے کی بُرائی کرنے سے بچنا چاہیے۔ یہ بچے طلاق کے بعد مستقل ماں باپ کے دوبارہ ملاپ کے خواب دیکھتے ہیں۔ خود کو قصوروار سمجھ سکتے ہیں۔ انھیں یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ اس میں تمھارا کوئی قصور نہیں ہے اور اب یہ تبدیلی مستقل ہے۔ ماں باپ دوبارہ نہیں مل سکتے۔

- ۱۲ سال کی عمر کے بعد بچے کے اندر آزادانہ سوچنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے بچے سوالات کرتے ہیں۔ ماں باپ کے رویوں پر تنقید بھی کر سکتے ہیں۔ بچوں کے اس عمر سے، گھر کے باہر تعلقات پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور وہ دوستوں کے حلقوں میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ایک اثر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ گھر میں رہنا کم کر دیں اور باہر سکون اور محبت تلاش کرنا شروع کر دیں۔ وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مجھے نہ تمھاری ضرورت ہے اور نہ تمھارے مسئلوں سے کوئی سروکار۔ لیکن اندرونی طور پر وہ بھی شدید ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوتے ہیں۔ ایسے بچوں سے کھلے ماحول اور پیار کے ساتھ، ان کے جذبات کی رعایت کرتے ہوئے اور ان بدتمیزیوں کو گوارا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے ہوئے بات کرنا اور ان کے اعتماد کو جیتنا ضروری ہوتا ہے۔

● ۱۴ سال سے زیادہ کی عمر، یعنی ٹین ایج نفسیاتی لحاظ سے سب سے مشکل عمر ہوتی ہے۔ عام حالات میں بھی اس عمر کے بچوں کی تربیت سب سے مشکل کام ہے۔ طلاق کے اثرات کے معاملے میں بھی اس عمر کے بچوں کا مسئلہ سب سے زیادہ شدید اور واضح ہوتا ہے۔ وہ اپنے مستقبل کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے ہیں۔ ڈپریشن اور تناؤ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ والد یا والدہ، جو اس سے دُور ہو گیا، اس کے بارے میں سوچتے ہیں کہ اب اس کو اس سے محبت نہیں رہی۔ گھر سے نکلتے ہیں تو یہ خوف انھیں ستاتا ہے کہ کہیں واپس آنے پر گھر ان سے چھن نہ جائے۔ والدین کے سلسلے میں یا کسی ایک کے سلسلے میں انتہائی شدید منفی تصورات پیدا ہونے لگتے ہیں۔

اس نفسیاتی دباؤ کے نتیجے میں ان کے اندر جارحیت بڑھ سکتی ہے۔ ڈرگس یا نشے کی عادت لگ سکتی ہے۔ وہ گھر سے فرار ہو سکتے ہیں۔ اگر ان کے اسکول کی کارکردگی متاثر ہو رہی ہو، روزمرہ کی سرگرمیوں میں ان کی دل چسپی کم ہو رہی ہو، وہ خاموش خاموش رہنے لگے ہوں، یا خود کو نقصان پہنچانے والے کام کرنے لگے ہوں، تو فوری ماہر نفسیات کی مدد لینی چاہیے۔

مضر اثرات سے محفوظ رکھنے کی تدابیر

طلاق سے پہلے یا اس کے بعد بچوں کے سلسلے میں ماں باپ کو کن باتوں کا خیال رکھنا چاہیے، اس کے سلسلے میں کچھ مشورے نیچے درج کیے جا رہے ہیں۔ ان مشوروں پر عمل ہو تو اس کا امکان ہے کہ بچوں پر طلاق کے مضر اثرات کم سے کم ہوں اور وہ بھی دیگر بچوں کی طرح نارمل زندگی گذار سکیں۔ طلاق لینے والے ماں باپ کو ان باتوں کی ضروری تربیت دی جانی چاہیے:

۱- بچوں کو طلاق کے بارے میں قبل از وقت بتائیں۔ یہ نفسیات کا بنیادی اصول ہے کہ اچانک پہنچنے والے صدمے کا نفسیاتی نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ کسی حادثے میں اچانک مرنے والے جوان آدمی کے اعزہ کو جو صدمہ پہنچتا ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جو ایک کینسر کے مریض کی اندیشے کے مطابق موت سے ہوتا ہے۔ اس لیے بچوں کو پہلے ہی بتایا جائے کہ اب ان کے امی ابو ایک دوسرے سے جدا ہو رہے ہیں۔ یہ بات ماں بھی پیار اور محبت سے سمجھا کر بتائے اور باپ بھی بتائے۔ ان کو یہ بھی ذہن نشین کرایا جائے کہ اس دوری کا سبب وہ، یعنی بچہ نہیں ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ماں باپ کی یہ بھی کوشش ہونی چاہیے کہ یہ خبر دیتے ہوئے ایک دوسرے کی بُرائی نہ کریں اور نہ ایک دوسرے کو اس کا ذمہ دار ٹھیرائیں۔ یہ ایک مشکل بلکہ بہت مشکل کام ہے۔ لیکن بچوں کے مستقبل کے لیے ماں باپ کو کم سے کم یہ مشکل ضرور برداشت کرنی چاہیے اور اس کی تربیت ان کو دی جانی چاہیے۔

۲۔ بچے کی حوالگی، حضانت (کسٹڈی) کو لے کر جھگڑوں اور مقدمہ بازیوں سے بچیں۔ یہ بچے کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ چیز ہوتی ہے۔ وہ اگر ماں باپ کے درمیان تنازعے کے لیے خود کو ذمہ دار سمجھنے لگے تو یہ احساس اس کی شخصیت کو تباہ کر کے رکھ سکتا ہے۔ بدقسمتی سے عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ طلاق کے بعد باپ بچے کی حضانت کے لیے جھگڑے شروع کر دیتے ہیں، اور بچے کو لے کر مار پیٹ، مقدمہ بازی اور پولیس، ان سب کی نوبت آجاتی ہے۔ بچہ دونوں کے درمیان فٹ بال بنا رہتا ہے اور اس دوران ایسی نفسیاتی کیفیتوں سے گزرتا ہے جو اس کی خوداعتمادی، عزت نفس اور زندگی کے جوش اور اُمنگ کو بُری طرح مسل کر رکھ دیتی ہیں۔ کاش کہ ماں باپ سمجھیں کہ ایسا کر کے وہ اپنے بچے پر کتنا بڑا اور ناقابل تلافی ظلم ڈھا رہے ہیں۔ یہ سب اسلام کی تعلیم سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

اسلام نے اس سلسلے میں بہت واضح تعلیم دی ہے۔ حضانت (یعنی بچے کی کسٹڈی یا تربیت) کے احکام فقہ کی ہر کتاب میں مل جاتے ہیں۔ شریعت نے ہدایت کی ہے کہ چھوٹے بچوں، یعنی سات سال سے کم عمر لڑکوں اور نابالغ لڑکیوں کی حضانت کے لیے ماں کو ترجیح دی جائے۔ یہ ماں کا حق ہے اور ماں نہ ہو تو اس کے بعد نانی، پھر دادی، پھر بہن اور پھر خالہ کا حق ہے۔ بچے کی کفالت کا خرچ اس کے باپ کے ذمے ہے۔ ان معاملات میں بعض فقہی اختلافات بھی ہیں۔ یہاں فقہی مسائل بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف یہ بتانا پیش نظر ہے کہ اس سلسلے میں واضح احکام شریعت نے دیے ہیں، اور ایک مسلمان کے لیے اس مسئلے پر کسی تنازعے کی نہ ضرورت ہے نہ گنجایش۔ شریعت کے احکام کی پابندی کی جائے گی تو ایسے جھگڑوں کی نوبت ہی نہیں آئے گی جو بچے پر بُرا اثر ڈالتے ہیں۔

۳- بچے کو ماں اور باپ دونوں کے ساتھ وقت گزارنے کا موقع ملنا چاہیے۔ اگرچہ بچہ ماں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے پاس رہ رہا ہو تب بھی اسے باپ کے ساتھ بھی وقت گزارنے کا موقع ملنا چاہیے۔ ماں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ بچے کا حق بھی ہے اور اس کی شدید نفسیاتی ضرورت بھی۔ باپ کے سایۂ شفقت سے وہ محروم رہے گا تو اس کا بُرا اثر پڑے گا۔ طلاق سے شوہر اور بیوی کا باہمی رشتہ ختم ہوا ہے، نہ باپ بیٹے کا رشتہ ختم ہوا ہے اور نہ ماں بیٹے کا۔ باپ کی زندگی میں، اپنے بیٹے کو یتیمی کی زندگی پر مجبور کرنے والی ماں کوئی اچھی ماں نہیں ہوسکتی۔ باپ (یا ماں) سے ملاقات اور اس کے ساتھ وقت گزاری کے لیے باقاعدہ شیڈول اور اصول طے کیے جاسکتے ہیں۔ باپ کو یہ حق بھی ملنا چاہیے کہ وہ بچے کو تحفے دے، اسے کھلائے پلائے، اس کی خوشیوں میں شریک ہو۔ اگر بچہ باپ سے ملنے گیا ہے تو ماں کو ہرگز یہ ظاہر نہیں کرنا چاہیے کہ اس سے اسے دکھ ہوا ہے۔ اگر ماں باپ، ایک دوسرے سے ملنے پر بچے سے ناراض ہوجائیں یا بچے کو لگے کہ یہ ملاقات ماں یا باپ کو پسند نہیں ہے، تو اس کا اثر بھی بچے پر بہت بُرا پڑتا ہے۔

اسلام نے بھی اس کو ضروری قرار دیا ہے کہ طلاق کے بعد بھی بچے کو ماں اور باپ دونوں کے ساتھ وقت گزارنے کا اور ان کی محبتوں اور شفقتوں سے فیض اٹھانے کا موقع ملتا رہے۔ حضانت (ماں کے ذمے) اور کفالت (باپ کے ذمے) کی تقسیم کار کے ذریعے اسلام نے اس کا مؤثر انتظام کیا ہے کہ بچے کا تعلق دونوں سے ہمیشہ برقرار رہے۔

۴- ماں باپ ایک دوسرے کی بُرائی نہ کریں اور نہ ایک دوسرے کی شخصیتوں کو بچے کی نظروں میں مجروح ہونے دیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ شوہر اور بیوی کی ایک دوسرے سے جدائی، عام طور پر تنازعے، لڑائی اور اَنا کے ٹکراؤ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں اکثر عقل اندھی ہوجاتی ہے۔ دوسری پارٹی کی کوئی خوبی دکھائی نہیں دیتی اور وہ سراسر شر لگتا یا لگتی ہے۔ اس ماحول میں یہ بہت مشکل ہے کہ ایک دوسرے کی بُرائی بیان کرنے سے خود کو روکا جائے۔ لیکن یہ بھی بچے کی بڑی ضرورت ہے۔ سابقہ شوہر کی حیثیت عورت کے لیے تو ایک ایسے ناپسندیدہ مرد کی ہے جس کے ساتھ اس کا نباہ نہیں ہوسکا۔ لیکن اس کے بچے کے لیے وہ بہرحال اس کا باپ ہے، جس کے اثرات وہ ہر حال میں قبول کرے گا۔ اگر باپ کی بہت خراب تصویر بچے کے لاشعور میں بیٹھ جائے تو وہ ایک خراب انسان کے بیٹے کے طور پر ہی پرورش پائے گا۔ ان خرابیوں کو، جن کا صحیح یا غلط طور پر،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متواتر ذکر ہو رہا ہو، اس کا لاشعور موروثی خرابیوں کے طور پر قبول کرے گا اور باپ کی اتباع میں یہ درست یا فرضی خرابیاں اس کی شخصیت کا جز بنیں گی۔ باپ سے نفرت یا اس کے بارے میں لاشعور میں غلط تصویر کسی بھی بچے کی نفسیات پر کوئی اچھا اثر نہیں چھوڑتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کو تاریخ میں ایسی عظیم عورتوں کے واقعات بھی ملتے ہیں جنھوں نے زندگی بھر اپنے ظالم، وحشی، لٹیرے، شرابی یا عادی مجرم شوہر کی خرابیوں کو اپنے بچوں سے چھپائے رکھا، اور کوشش کی کہ ان خرابیوں کا کوئی اثر ان کے بچوں پر نہ پڑے۔ بچے اپنے باپ کے اچھے پہلوؤں کو تو جانیں لیکن خراب پہلو ان کی نگاہوں سے اوجھل ہی رہیں۔

یہی معاملہ شوہر کا بھی ہے۔ وہ اگر اپنی مطلقہ کے تئیں نفرت اپنے بچوں میں پیدا کرتا ہے تو دراصل ان کے اندر اپنی ماں سے نفرت پیدا کرتا ہے اور قطع نظر اس کے کہ ایسی نفرت کی بنیادیں صحیح ہیں یا غلط، ماں سے نفرت بذات خود ایک بُرائی اور ایک نفسیاتی عیب ہے اور بہت سے نفسیاتی عوارض کا سبب بھی۔

اس لیے ماں باپ کو یہ سمجھایا جائے کہ اب ان کا رشتہ ختم ہو گیا ہے۔ وہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں۔ ایک دوسرے کی بُرائی سے انھیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ البتہ ان کے بچوں کا بہت کچھ چھین جائے گا۔

۵- بچوں کو زیادہ سے زیادہ تعمیری اور صالح سرگرمیوں میں مصروف رکھا جائے۔ ان کو اچھی صحبت فراہم کی جائے۔ ان کے جذبات کا خصوصی طور پر خیال رکھا جائے۔ یہ ضرورت تمام بچوں کی ہے۔ لیکن چونکہ والدین کی جدائی کے صدمے کی وجہ سے طلاق یافتہ والدین کے بچے زیادہ حساس اور زیادہ نازک طبع ہو جاتے ہیں، اس لیے ان کے سلسلے میں ان باتوں کا زیادہ توجہ کے ساتھ خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔

اہم گزارش: اس رسالے میں اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کی کوئی ذمہ داری ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن کی انتظامیہ کی نہیں ہے۔ قارئین اپنی ذمہ داری پر معاملات کریں۔ (ادارہ)

© rasailojaraid.com